تفسیر سورۃ فاتحہ

اس سورت کا نام سورۂ فاتحہ ہے- فاتحہ کہتے ہیں شروع کرنے والی کو- چونکہ قرآن کریم میں سب سے پہلے یہی سورت لکھی گئی ہے' اس لئے اسے سورۂ فاتحہ کہتے ہیں اور اس لئے بھی کہ نمازوں میں قرأت بھی اسی سے شروع ہوتی ہے- اس کا نام اُمُّ الْکِتَاب بھی ہے- جمہور یہی کہتے ہیں- حسن اور ابن سیرین اس کے قائل نہیں- وہ کہتے ہیں کہ لوح محفوظ کا نام ام الکتاب ہے- حسن کا قول ہے کہ محکم آیتوں کو ام الکتاب کہتے ہیں- ترمذی کی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' پوری سورت تک یہی سورت ام القرآن ہے اور ام الکتاب ہے اور سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے- اس سورت کا نام سورت الحمد اور سورۃ الصلوٰۃ بھی ہے- آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے صلوۃ (یعنی سورۂ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا- جب بندہ کہتا ہے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی پوری حدیث تک' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کا نام صلوۃ بھی ہے' اس لئے کہ اس سورت کا نماز میں پڑھنا شرط ہے' اس سورت کا نام سورت الشفاء بھی ہے- دارمی میں حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت ہے کہ سورت فاتحہ ہر زہر کی شفا ہے اور اس کا نام سورت الرقیہ بھی ہے-

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سانپ کے کاٹے ہوئے شخص پر اس سورت کو پڑھ کر دم کیا' وہ اچھا ہو گیا تب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا ''تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ رقیہ ہے یعنی پڑھ کر پھونکنے کی سورت ہے''؟ ابن عباسؓ اسے اساس القرآن کہتے تھے یعنی قرآن کی جڑ یا بنیاد اور اس سورت کی بنیاد آیت ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' ہے- سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں- اس کا نام واقیہ ہے' یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں اس کا نام کافیہ بھی ہے اس لئے کہ یہ اپنے علاوہ سب کی کفایت کرتی ہے اور دوسری سورت اس سورت کی کفایت نہیں کرتی- بعض مرسل حدیثوں میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ ام القرآن بدل ہے اس کے غیر کا مگر اس کا غیر اس کا بدل نہیں- اسے سورۃ الصلوٰۃ اور سورۃ الکنز بھی کہا گیا ہے زمخشری کی تفسیر کشاف دیکھئے- ابن عباس' قتادہ' ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت مکی ہے' حضرت ابوہریرہ مجاہد' عطا بن یسار اور زہری فرماتے ہیں' یہ سورت مدنی ہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی ایک مرتبہ مکہ میں اور دوبارہ مدینہ میں لیکن پہلا قول ہی زیادہ ٹھیک ہے اس لئے کہ دوسری آیت میں ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ یعنی ہم نے تمہیں سبع مثانی سات آیتیں دہرائی جانے والی دی ہیں- واللہ اعلم- ابواللیث سمرقندی کا ایک قول قرطبی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس سورت کا نصف تو مکہ شریف میں نازل ہوا اور آخری نصف حصہ مدینہ شریف میں نازل ہوا لیکن یہ قول بالکل غریب ہے- ان آیتوں کی نسبت اتفاق ہے کہ سات ہیں لیکن عمرو بن عبید نے آٹھ اور حسین جعفی نے چھ بھی کہا ہے اور یہ دونوں قول شاذ ہیں-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور مختلف اقوال اور سورۂ فاتحہ: ☆☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ سورت کی مستقل آیت ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے- تمام کوفی قاری اور صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت اور پچھلے بہت سے بزرگ تو اسے سورۂ فاتحہ کے اول کی ایک پوری اور مستقل آیت کہتے ہیں' بعض اسے اس کا جزو مانتے ہیں اور بعض سرے سے اس آیت کو اس کے شروع میں مانتے ہی نہیں- جیسے کہ مدینے شریف کے قاریوں اور فقیہوں کے یہ تینوں قول ہیں- اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی- اس سورت کے کلمات پچیس ہیں اور حروف ایک سو تیرہ ہیں- امام بخاری کتاب التفسیر کے شروع میں صحیح بخاری میں لکھتے ہیں' ام الکتاب اس سورت کا نام اس لئے ہے کہ قرآن شریف کی کتابت اسی سے شروع ہوتی ہے اور نماز کی قراءت بھی اسی سے شروع ہوتی ہے-'' ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ تمام قرآن شریف کے مضامین اجمالی طور سے اس میں ہیں' اس لئے اس کا نام ام الکتاب ہے- عرب کی عادت ہے کہ ہر ایک جامع کام اور کام کی جڑ کو جس کی شاخیں اور اجزاء اسی

کے تابع ہوں ام کہتے ہیں۔ دیکھئے ام الراس اس جلد کو کہتے ہیں جو دماغ کی جامع ہے اور لشکری جھنڈے اور نشان کو بھی جس کے نیچے لوگ جمع ہوتے ہیں ام کہتے ہیں۔ شاعروں میں بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ مکہ شریف کو ام القری کہنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ یہ سب سے پہلے اور سب کا جامع ہے زمین وہیں سے پھیلائی گئی ہے چونکہ اس سے نماز کی قراءت شروع ہوتی ہے۔ قرآن شریف کو لکھتے وقت بھی صحابہؓ نے اسی کو پہلے لکھا اس لئے اسے فاتحہ بھی کہتے ہیں۔ اس کا ایک صحیح نام سبع مثانی بھی ہے اس لئے کہ یہ بار بار نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں اسے پڑھا جاتا ہے اور مثانی کے معنی اور بھی ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی جگہ بیان ہوں گے واللہ اعلم۔ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ام القرآن کے بارے میں فرمایا' یہ ام القرآن ہے۔ یہی سبع مثانی ہے اور یہی قرآن عظیم ہے۔ ایک اور حدیث میں یہی ام القرآن ہے۔ یہی فاتحہ الکتاب ہے اور یہی سبع مثانی ہے۔ تفسیر مردویہ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا الحمد لله رب العلمین کی سات آیتیں ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم بھی ان میں سے ایک آیت ہے' اس کا نام سبع مثانی ہے' یہی قرآن عظیم ہے' یہی ام الکتاب ہے یہی فاتحۃ الکتاب ہے' دار قطنی میں بھی اسی مفہوم کی ایک حدیث ہے اور بقول امام دار قطنی اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ بیہقی میں ہے کہ حضرت علیؓ' حضرت ابن عباسؓ' حضرت ابو ہریرہؓ نے سبع مثانی کی تفسیر میں یہی کہا ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ ہے اور بسم اللہ اس کی ساتویں آیت ہے۔ بسم اللہ کی بحث میں یہ بیان پورا آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت ابن مسعود سے کہا گیا کہ آپ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے لکھے ہوئے قرآن شریف کے شروع میں کیوں نہیں لکھا؟ تو کہا اگر میں ایسا کرتا تو پھر ہر سورت کے پہلے اس کو لکھتا۔ ابو بکر بن ابو داؤد فرماتے ہیں' اس قول کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں پڑھے جانے کی حیثیت سے اور چونکہ تمام مسلمانوں کو حفظ ہے' اس لئے لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی' باقلانی نے نقل کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ سب سے پہلے نازل ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ''يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ'' سب سے پہلے نازل ہوئی جیسا کہ صحیح حدیث حضرت جابر سے مروی ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ'' نازل ہوئی اور یہی صحیح ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

سورۂ فاتحہ کی فضیلت: ☆☆ مسند احمد میں حضرت ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا' میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہو کر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا' اب تک کس کام میں تھے؟ میں نے کہا حضورؐ میں نماز میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا' کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تم نے نہیں سنا؟ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ'' اے ایمان والو! اللہ کے رسول جب تمہیں پکاریں' تم جواب دو' اچھا سنو! میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے بتلادوں گا کہ قرآن پاک میں سب سے بڑی سورت کونسی ہے؟ پھر میرا ہاتھ پکڑے ہوئے جب آپؐ نے مسجد سے جانے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ کا وعدہ یاد دلایا۔ آپ نے فرمایا سورت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے' یہی سبع مثانی ہے اور یہی وہ قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ روایت صحیح بخاری شریف' ابو داؤد' نسائی اور ابن ماجہ میں بھی دوسری سندوں کے ساتھ ہے۔

واقدی نے یہ واقعہ حضرت ابی بن کعب کا بیان کیا ہے۔ موطا مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب کو آواز دی' وہ نماز میں مشغول تھے' فارغ ہو کر آپؐ سے ملے۔ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا' اس وقت مسجد سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے تجھے ایسی سورت بتاؤں کہ تورات' انجیل اور قرآن میں اس کے مثل نہیں''۔ اب میں نے

اپنی چال سست کر دی اور پوچھا' حضورؐ وہ سورت کون سی ہے؟ آپؐ نے فرمایا' نماز کے شروع میں تم کیا پڑھتے ہو؟ میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پوری سورت تک۔ آپؐ نے فرمایا یہی وہ سورت ہے' سبع مثانی اور قرآن عظیم جو مجھے دیا گیا ہے۔ اس حدیث کے آخری راوی ابو سعید ہیں۔ اس بنا پر ابن اثیر اور ان کے ساتھ والے یہاں دھوکا کھا گئے ہیں اور وہ انہیں ابو سعید بن معلیٰ سمجھ بیٹھے ہیں۔ درحقیقت یہ ابو سعید خزاعی ہیں اور تابعین میں سے ہیں اور وہ ابو سعید انصاری صحابی ہیں۔ ان کی حدیث متصل اور صحیح ہے اور یہ حدیث بظاہر منقطع معلوم ہوتی ہے۔ اگر ابو سعید تابعی کا حضرت ابی سے سننا ثابت نہ ہو اور اگر سننا ثابت ہو تو یہ حدیث شرط مسلم پر ہے۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث کے اور بھی بہت سے انداز بیان ہیں۔ ''مثلاً مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے جب انہیں پکارا تو یہ نماز میں تھے' التفات کیا مگر جواب نہ دیا' آپؐ نے پھر پکارا' حضرت ابی نے نماز مختصر کر دی اور فارغ ہو کر جلدی سے حاضر خدمت ہوئے السلام علیکم عرض کیا۔ آپؐ نے جواب دے کر فرمایا ابی تم نے مجھے جواب کیوں نہ دیا؟ کہا حضور میں نماز میں تھا۔ آپ نے وہی آیت پڑھ کر فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی؟ کہا حضور غلطی ہوئی اب ایسا نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ایک ایسی سورت بتاؤں کہ تورات' انجیل' زبور اور قرآن میں اس جیسی سورت نہ ہو۔ میں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا یہاں سے جانے سے پہلے ہی میں تمہیں بتا دوں گا' پھر حضورؐ میرا ہاتھ تھامے ہوئے اور باتیں کرتے رہے اور میں نے اپنی چال دھیمی کر دی کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بات رہ جائے اور آپؐ باہر چلے جائیں۔ آخر جب دروازے کے قریب پہنچ گئے تو میں نے آپ کو وہ وعدہ یاد دلایا۔ آپؐ نے فرمایا' نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ میں نے ام القرآن پڑھ کر سنائی آپؐ نے فرمایا' اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تورات' انجیل' زبور اور قرآن میں اس جیسی کوئی اور سورت نہیں' یہ سبع مثانی ہے۔ ترمذی میں مزید یہ بھی ہے کہ یہی وہ بڑا قرآن ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا ہے' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت انسؓ سے بھی اس باب میں ایک حدیث مروی ہے' مسند احمد کی ایک مطول حدیث میں بھی اسی طرح مروی ہے۔ نسائی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ سورت اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کر دی گئی ہے۔ ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت استنجے سے فارغ ہوئے ہی تھے' میں نے تین مرتبہ سلام کیا لیکن آپؐ نے ایک دفعہ بھی جواب نہ دیا۔ آپ گھر میں تشریف لے گئے اور میں غم و رنج کی حالت میں مسجد میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد طہارت کر کے تشریف لائے اور تین مرتبہ ہی میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا ''اے جابر بن عبداللہ سنو! تمام قرآن میں بہترین سورت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' آخر تک ہے''۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے۔ ابن عقیل جو اس کا راوی ہے' اس کی حدیث بڑے بڑے آئمہ روایت کرتے ہیں اور عبداللہ بن جابر سے مراد ''عبدی صحابی'' ہیں' ابن الجوزی کا بھی یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔ حافظ ابن عساکر کا قول ہے کہ یہ عبداللہ بن جابر انصاری و بیاضی ہیں یہ حدیث اور اس جیسی اور احادیث سے استدلال کر کے اسحاق بن راہویہ' ابو بکر بن عربی ابن الحصار وغیرہ اکثر علماء نے کہا ہے کہ بعض آیتیں اور بعض سورتیں بعض پر فضیلت رکھتی ہیں۔ یہی ایک دوسری جماعت کا بھی خیال ہے کہ کلام اللہ کل کا کل فضیلت میں ایک سا ہے۔ ایک کو ایک پر فضیلت دینے سے یہ قباحت ہوتی ہے کہ دوسری آیتیں اور سورتیں اس سے کم درجہ کی نظر آئیں گی حالانکہ کلام اللہ سارے کا سارا فضیلت والا ہے۔ قرطبی نے اشعری اور ابو بکر باقلانی اور ابو حاتم ابن حبان بستی اور ابو حبان اور یحییٰ سے یہی نقل کیا ہے۔ امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔ یہ مذہب منقول ہے (لیکن صحیح اور مطابق حدیث پہلا قول ہے۔ واللہ اعلم۔ مترجم)

سورۂ فاتحہ کے فضائل کی مندرجہ بالا حدیثوں کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ صحیح بخاری شریف فضائل القرآن میں حضرت ابو سعید

خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ سفر میں ایک جگہ اترے ہوئے تھے۔ ناگہاں ایک لونڈی آئی اور کہا کہ یہاں کے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے' ہمارے آدمی یہاں موجود نہیں' آپ میں سے کوئی ایسا ہے کہ جھاڑ پھونک کر دے؟ ہم میں سے ایک شخص اٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کچھ جھاڑ پھونک بھی جانتا ہے۔ اس نے وہاں جا کر کچھ پڑھ کر دم کر دیا خدا کے فضل سے وہ بالکل اچھا ہو گیا تیس بکریاں اس نے دیں اور ہماری مہمانی کے لئے دودھ بھی بہت سارا بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو ہم نے پوچھا' کیا تمہیں جھاڑ پھونک کا علم تھا؟ اس نے کہا میں نے تو صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے ہم نے کہا' اس آئے ہوئے مال کو ابھی نہ چھیڑو' پہلے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھ لو۔ مدینہ میں آ کر ہم نے حضورؐ سے ذکر کیا آپؐ نے فرمایا اسے کیسے معلوم ہوا کہ یہ پڑھ کر دم کرنے کی سورت ہے؟ فرمایا' اس مال کے حصے کر لو میرا بھی ایک حصہ لگانا۔ صحیح مسلم شریف اور ابوداؤد میں یہ حدیث ہے۔ مسلم کی بعض روایتوں میں ہے کہ دم کرنے والے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔

مسلم اور نسائی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اوپر دیکھ کر فرمایا آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو کبھی نہیں کھلا تھا۔ پھر وہاں سے ایک فرشتہ حضورؐ کے پاس آیا اور کہا خوش ہو جایئے دو نور آپ کو ایسے دیئے گئے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے سورۂ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ایک ایک حرف پر نور ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص اپنی نماز میں ام القرآن نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے' ناقص ہے' ناقص ہے' پوری نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے پوچھا گیا کہ جب امام کے پیچھے ہوں تو؟ فرمایا پھر بھی چپکے چپکے پڑھ لیا کرو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف کر دیا ہے اور میرا بندہ مجھ سے جو مانگتا ہے' وہ میں دیتا ہوں۔ جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حمد نی عبدی میرے بندے نے میری تعریف کی۔ پھر بندہ کہتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اثنی علی عبدی میرے بندے نے میری ثنابیان کی۔ پھر بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجد نی عبدی یعنی میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے' فوض الی عبدی یعنی میرے بندے نے خود کو میرے سپرد کر دیا۔ پھر بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے میرے اور میرے بندے کے درمیان اور میرا بندہ مجھ سے جو مانگے گا' میں دوں گا۔ پھر بندہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تک پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ سب میرے بندے کے لئے ہے اور یہ جو مانگے گا وہ اس کے لئے ہے۔ نسائی میں یہ روایت ہے۔ بعض روایات کے الفاظ میں کچھ تبدیلی بھی ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ ابوزرعہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث مطول موجود ہے۔ اس کے راوی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ابن جریر کی ایک روایت میں حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' یہ میرے لئے ہے اور جو باقی ہے وہ میرے بندے کے لئے ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

اب اس حدیث کے فائدوں پر نظر ڈالئے۔ اول اس حدیث میں لفظ صلوۃ یعنی نماز کا اطلاق ہے اور مراد اس سے قراۃ ہے جیسے کہ قرآن میں اور جگہ پر ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ' یعنی اپنی نماز (یعنی قراۃ) کو نہ تو بہت بلند آواز سے پڑھو نہ بہت پست آواز سے بلکہ درمیانی آواز سے پڑھا کرو۔ ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں صراحت سے مروی ہے کہ یہاں صلوۃ سے مراد قراۃ ہے اور اسی طرح مندرجہ بالا حدیث میں بھی قراۃ کو صلوٰۃ کہا ہے۔ اس سے نماز میں قراۃ کی جو عظمت ہے وہ معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ قراۃ نماز کا اعلیٰ

رکن ہے اس لئے کہ عبادت کا مطلق نام لیا گیا اور اس کے ایک جزو یعنی قراۃ کا ذکر کیا گیا- یہ بھی خیال رہے کہ اس کے برخلاف ایسا بھی ہوا ہے کہ قراۃ کا اطلاق کیا گیا اور مراد نماز لی گئی- فرمان ہے وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ الخ یعنی صبح کے قرآن پر فرشتے حاضر کئے جاتے ہیں- یہاں مراد قرآن سے نماز ہے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ فجر کی نماز کے وقت رات کے اور دن کے فرشتے جمع ہو جاتے ہیں- ان آیات واحادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں قراۃ کا پڑھنا ضروری ہے اور علماء کا بھی اس پر اتفاق ہے-

دوم اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہی ضروری ہے؟ یا قرآن میں سے جو کچھ پڑھ لے وہی کافی ہے- امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھی وغیرہ تو کہتے ہیں کہ اسی کا پڑھنا متعین نہیں- بلکہ قرآن میں سے جو کچھ پڑھ لے گا کافی ہوگا- ان کی دلیل آیت فَاقْرَءُ وْامَاتَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ہے یعنی قرآن میں سے جو آسان ہو پڑھ لو اور صحیحین کی حدیث ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو جو نماز جلدی جلدی پڑھ رہا تھا' فرمایا جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ- پھر جو قرآن میں سے تجھے آسان نظر آئے پڑھ' وہ کہتے ہیں کہ حضور کا اس شخص کو یہ فرمانا اور سورۂ فاتحہ کا تعین نہ کرنا بتا رہا ہے' جو کچھ قرآن پڑھ لے' کافی ہے- دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ہی کا پڑھنا ضروری ہے اور اس کے پڑھے بغیر نماز نہ ہوگی- ان کے علاوہ اور سب آئمہ کرام کا یہی قول ہے امام مالک امام شافعیؒ امام احمد ابن حنبلؒ اور ان کے سب کے سب شاگرد وغیرہ اور جمہور علماء کرام کا یہی فرمان ہے- ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے جو اللہ کے رسول نے' اللہ تعالیٰ ان پر درود و رحمت بھیجے' بیان فرمائی ہے کہ جو شخص نماز پڑھے خواہ کوئی نماز ہو اور اس میں ام القرآن نہ پڑھے' وہ نماز ناقص ہے' پوری نہیں- اسی طرح ان بزرگوں کی یہ دلیل بھی ہے جو صحیحین میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۂ فاتحہ کو نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہے- صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا- وہ نماز نہیں ہوتی جس میں ام القرآن نہ پڑھی جائے- ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں- ہمیں یہاں پر مناظرانہ پہلو اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں- وہ بہت لمبی بحثیں ہیں- ہم نے تو مختصراً ان بزرگوں کی دلیلیں بیان کر دیں (صحیح اور مطابق حدیث دوسرا قول ہی ہے- واللہ اعلم- مترجم

اب یہ بھی سن لیجئے کہ امام شافعی وغیرہ علماء کرام کی ایک بڑی جماعت کا تو یہ مذہب ہے کہ سورۂ فاتحہ کا ہر ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے- اور لوگ کہتے ہیں اکثر رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے- حسن اور اکثر بصرہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نمازوں میں سے کسی ایک رکعت میں اس کا پڑھ لینا واجب ہے- اس لئے کہ حدیث میں نماز کا ذکر مطلق ہے- ابوحنیفہؒ ان کے ساتھی ثوری اور اوزاعی کہتے ہیں اس کا پڑھنا متعین ہی نہیں بلکہ اور کچھ بھی پڑھ لے تو کافی ہے کیونکہ قرآن میں مَا تَیَسَّرَ (سورۂ مزمل:۲۰) کا لفظ ہے- واللہ اعلم لیکن یہ خیال رہے کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ جو شخص فرض وغیرہ نماز کی ہر ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت نہ پڑھے اس کی نماز نہیں- البتہ اس حدیث کی صحت میں نظر ہے اور ان سب باتوں کی تفصیل کا موقعہ احکام کی بڑی بڑی کتابیں ہیں- واللہ اعلم (صحیح اور مطابق حدیث پہلا قول ہے- واللہ اعلم- مترجم) سوم مقتدی پر سورۂ فاتحہ کے واجب ہونے کے مسئلہ میں علماء کے تین قول ہیں- ایک تو یہ کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جس طرح امام پر واجب ہے اسی طرح مقتدی پر بھی واجب ہے- اس کی دلیل وہ عام حدیثیں ہیں جو ابھی دوسرے فائدے کے بیان میں گذر چکیں- دوسرا یہ کہ سرے سے مقتدی کے ذمہ قراۃ واجب ہی نہیں' نہ یہ سورت نہ کچھ اور نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں- ان کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا- جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے لیکن یہ روایت ضعیف ہے اور یہ خود حضرت جابر کے قول سے مروی ہے- گو اس مرفوع حدیث کی اور سندیں بھی ہیں لیکن کوئی سند صحیح نہیں (واللہ اعلم)

تیسرا قول یہ ہے کہ جن نمازوں میں امام آہستگی سے قراۃ پڑھے' ان میں تو مقتدی پر قراۃ واجب ہے لیکن جن نمازوں میں اونچی قراۃ پڑھی جاتی ہے' ان میں واجب نہیں۔ ان کی دلیل صحیح مسلم والی حدیث ہے جس میں ہے کہ امام اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس کی تکبیر سن کر تکبیر کہو اور جب وہ پڑھے تم چپ رہو۔ سنن میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام مسلم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ امام شافعی کا پہلا قول بھی یہی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ (صحیح اور مطابق حدیث اول قول ہے۔ ابوداؤد' ترمذی' نسائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقتدیوں کو فرمایا کہ تم سوائے سورۂ فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھو۔ اس کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مترجم) ہماری غرض ان مسائل کو یہاں پر بیان کرنے سے یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ احکام کا جس قدر تعلق ہے کسی اور سورت کے ساتھ نہیں۔ مسند بزار میں حدیث ہے۔ حضور فرماتے ہیں' جب تم بستر پر لیٹو اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ قل ھو اللہ پڑھ لو تو موت کے سوا ہر چیز سے امن میں آ جاؤ گے۔

اعوذ باللہ کی تفسیر اور اس کے احکام: ☆☆ قرآن پاک میں ہے خُذِ الْعَفْوَ الخ یعنی درگذر کرنے کی عادت رکھو۔ بھلائی کا حکم کیا کرو اور جاہلوں سے منہ موڑ لیا کرو۔ اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آ جائے تو اللہ تعالیٰ سننے والے جاننے والے کے ذریعہ پناہ طلب کر لیا کرو۔ اور جگہ فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِیْ الخ برائی کو بھلائی سے ٹال دو۔ ہم ان کے بیانات کو خوب جانتے ہیں۔ کہا کرو کہ اللہ شیطان کے وسوسوں اور ان کی حاضری سے ہم تیری مدد کے ذریعہ پناہ چاہتے ہیں اور جگہ ارشاد ہوتا ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَ الَّذِیْ الخ یعنی بھلائی کے ساتھ دفع کرو' تم میں اور جس دوسرے شخص میں عداوت ہوگی' وہ ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست' یہ کام صبر کرنے والوں اور نصیب والوں کا ہے' جب شیطانی وسوسہ آ جائے تو اللہ تعالیٰ سننے والے جاننے والے کے ذریعہ پناہ چاہو۔ یہ تین آیتیں ہیں اور اس معنی کی کوئی اور آیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں حکم فرمایا ہے کہ انسانوں میں سے جو تمہاری دشمنی کرے' اس کی دشمنی کا علاج یہ ہے کہ اس کے ساتھ سلوک و احسان کرو تا کہ اس کی انصاف پسند طبیعت خود اسے شرمندہ کرے اور وہ تمہاری دشمنی سے نہ صرف باز رہے بلکہ تمہارا بہترین دوست بن جائے۔ اور شیاطین کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لئے اس نے اپنے ذریعہ پناہ لینی سکھائی۔ کیونکہ یہ پلید دشمن سلوک اور احسان سے بھی قبضہ میں نہیں آتا۔ اسے تو انسان کی تباہی اور بربادی میں ہی مزہ آتا ہے اور اس کی پرانی عداوت باوا آدمؑ کے وقت سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے' اے بنی آدم دیکھو کہیں شیطان تمہیں بھی بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو بہکا کر جنت سے نکلوا دیا۔ اور جگہ فرمایا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن ہی سمجھو وہ اپنی جماعت کو اس لئے بلاتا ہے کہ وہ جہنمی ہو جائیں اور جگہ فرمایا' کیا تم اس شیطان سے اور اس کی ذریات سے دوستی کرتے ہو مجھے چھوڑ کر؟ وہ تو تمہارا دشمن ہے یاد رکھو ظالموں کے لئے برا بدلہ ہے۔ یہی ہے جس نے قسم کھا کر ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تھا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں تو اب خیال کر لیجئے کہ ہمارے ساتھ اس کا کیا معاملہ ہوگا؟ ہمارے لئے تو وہ حلف اٹھا کر آیا ہے کہ اللہ جل جلالہ کی عزت کی قسم' میں ان سب کو بہکاؤں گا۔ ہاں ان میں سے جو مخلص بندے ہیں' وہ محفوظ رہ جائیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ جب قرآن کی تلاوت کرو تو اللہ تعالیٰ کے ذریعہ پناہ طلب کر لیا کرو۔ شیطان راندھے ہوئے سے' ایمان دار' توکل والوں پر اس کا کوئی زور نہیں۔ اس کا زور تو انہی پر ہے جو اس سے دوستی رکھیں اور اس کو خدا کے ساتھ شریک کریں۔ قاریوں کی ایک جماعت تو کہتی ہے کہ قرآن پڑھ چکنے کے بعد اعوذ پڑھنی چاہئے' اس میں دو فائدے ہیں ایک تو قرآن کے طرز بیان پر عمل' دوسرے عبادت کے بعد کے غرور کا توڑ۔ ابو حاتم بجستانی نے اور ابن فلوفا نے حمزہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔ جیسے کہ ابوالقاسم یوسف بن علی بن جنادہ نے اپنی کتاب العبادۃ الکامل میں بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی یہی مروی ہے لیکن سند غریب ہے۔ رازی نے اپنی تفسیر میں اسے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ابراہیم نخعی داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔ قرطبی نے امام مالک کا مذہب بھی یہی

بیان کیا ہے لیکن ابن العربی اسے غریب کہتے ہیں۔ ایک مذہب یہ بھی ہے کہ اول و آخر دونوں مرتبہ اعوذ پڑھے تاکہ دونوں دلیلیں جمع ہو جائیں اور جمہور علماء کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تلاوت سے پہلے اعوذ پڑھنا چاہئے تاکہ وسوسے دور ہو جائیں تو ان بزرگوں کے نزدیک آیت کے معنے "جب پڑھے" تو یعنی "جب پڑھنا چاہے تو" ہو جائیں گے جیسے کہ آیت اِذَا قُمْتُمْ الخ یعنی جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو (تو وضو کرلیا کرو) کے معنی جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو کے ہیں۔ حدیثوں کی رو سے بھی یہی معنی ٹھیک معلوم ہوتے ہیں۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے جب رسول اللہ ﷺ رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو الله اکبر کہہ کر نماز شروع کرتے۔ پھر سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا اله غيرك پڑھ کر تین مرتبہ لا اله الا الله پڑھتے۔ پھر فرماتے اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه ونفخه ونفثه۔ سنن اربعہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اس باب میں سب سے زیادہ مشہور یہی ہے۔ ہمز کے معنی گلا گھوٹنے کے اور نفخ کے معنی تکبر اور نفثه کے معنی شعر گوئی کے ہیں۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہی معنی بیان کئے گئے ہیں اور اس میں ہے کہ حضور ﷺ نماز میں داخل ہوتے ہی تین مرتبہ الله اکبر کبیرا تین مرتبہ الحمد لله کثیرا اور تین مرتبہ سبحان الله بکرة واصیلا پڑھتے پھر یہ پڑھتے اللهم انی اعوذ بك من الشيطان من همزه ونفخه ونفثه ابن ماجہ میں اور سند کے ساتھ یہ روایت مختصر بھی آئی ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ پہلے تین مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر تین مرتبہ سبحان الله وبحمده کہتے پھر اعوذ بالله آخر تک پڑھتے۔ مسند ابویعلی میں ہے کہ حضورؐ کے سامنے دو شخص لڑنے جھگڑنے لگے۔ غصہ کے مارے ایک کے نتھنے پھول گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ اعوذ بالله من الشيطان الرجيم کہہ لے تو اس کا غصہ ابھی جاتا رہے۔ نسائی نے اپنی کتاب عمل اليوم والليله میں بھی اسے روایت کیا ہے۔ مسند احمد ابوداؤد ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس کی ایک روایت میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ حضرت معاذؓ نے اس شخص سے اس کے پڑھنے کو کہا لیکن اس نے نہ پڑھا اور اس کا غصہ بڑھتا ہی گیا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ یہ زیادتی والی روایت مرسل ہے اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ جو حضرت معاذ سے اسے روایت کرتے ہیں ان کا حضرت معاذ سے ملاقات کرنا ثابت نہیں بلکہ معاذ ان سے بیس برس پہلے فوت ہو چکے تھے لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ شاید عبدالرحمٰن نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے سنا ہو۔ وہ بھی اس حدیث کے راوی ہیں اور اسے حضرت معاذؓ تک پہنچایا ہو کیونکہ اس واقعہ کے وقت تو بہت سے صحابہ موجود تھے۔ صحیح بخاری صحیح مسلم ابوداؤد نسائی میں بھی مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔ استعاذہ کے متعلق اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں یہاں سب کو جمع کرنے سے طول ہوگا۔ ان کے بیان کے لئے اذکار و وظائف فضائل واعمال کے بیان کی کتابیں ہیں۔ واللہ اعلم۔ ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب سب سے پہلے وحی لے کر حضور کے پاس آئے تو پہلے اعوذ پڑھنے کا کہا۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے پہل جب حضرت جبرئیل علیہ السلام محمد ﷺ پر وحی لے کر آئے تو فرمایا اعوذ پڑھئے۔ آپ نے فرمایا استعيذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ کہئے بسم الله الرحمن الرحيم پھر کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سب سے پہلے سورت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی یہی ہے۔ لیکن یہ اثر غریب ہے اور اس کی اسناد میں ضعف اور انقطاع ہے۔ ہم نے اسے صرف اس لئے بیان کیا ہے کہ معلوم رہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ: ☆☆ جمہور علماء کا قول ہے کہ اعوذ پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں کہ اس کے نہ پڑھنے سے گناہ ہو۔ عطا بن ابوباح کا قول ہے کہ جب کبھی قرآن پڑھے استعاذہ کا پڑھنا واجب ہے۔ خواہ نماز میں ہو خواہ غیر نماز میں امام رازی نے یہ قول نقل کیا ہے۔ ابن سیرین فرماتے

ہیں کہ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ پڑھ لینے سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ حضرت عطاء کے قول کی دلیل آیت کے ظاہری الفاظ ہیں کیونکہ اس میں فاستعذ' امر ہے اور عربیت کے قواعد کے لحاظ سے امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اسی طرح حضورؐ کا اس پر ہمیشگی کرنا بھی وجوب کی دلیل ہے اور اس سے شیطان کا شر دُور ہوتا ہے اور اس کا دور کرنا واجب ہے اور جس چیز سے واجب پورا ہوتا ہو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے اور استعاذہ زیادہ احتیاط والا ہے۔ وجوب کا طریقہ یہ بھی ہے بعض علماء کا قول ہے کہ اعوذ پڑھنا حضورؐ پر واجب تھا' آپ کی امت پر واجب نہیں۔ امام مالکؒ سے یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ فرض نماز میں اعوذ نہ پڑھے اور رمضان شریف کی اول رات کی نماز میں اعوذ پڑھ لے۔

مسئلہ: ☆☆ امام شافعیؒ ''املا'' میں لکھتے ہیں کہ اعوذ زور سے پڑھے اور اگر پوشیدہ پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں اور ''ام'' میں لکھتے ہیں کہ بلند اور آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوشیدہ پڑھنا اور حضرت ابو ہریرہؓ سے اونچی آواز سے پڑھنا ثابت ہے۔ پہلی رکعت کے سوا اور رکعتوں میں اعوذ پڑھنے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ ایک مستحب ہونے کا اور دوسرا مستحب نہ ہونے کا اور ترجیح دوسرے قول کو ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ صرف اعوذ بالله من الشيطان الرجيم کہہ لینا امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو کافی ہے لیکن بعض کہتے ہیں اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم ان الله هو السميع العليم پڑھے۔ ثوری اور اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ بعض کہتے ہیں استعيذ بالله من الشيطان الرجيم پڑھے تاکہ آیت کے پورے الفاظ پر عمل ہو جائے اور ابن عباسؓ کی حدیث پر عمل ہو جائے جو پہلے گذر چکی۔ لیکن جو صحیح حدیثیں پہلے گذر چکیں وہی اتباع میں اولیٰ ہیں۔ واللہ اعلم۔ نماز میں اعوذ کا پڑھنا ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک تو تلاوت کے لئے ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نماز کے لئے ہے۔ تو مقتدی کو بھی پڑھ لینا چاہئے اگرچہ وہ قرأت نہیں پڑھے گا اور عید کی نماز میں بھی پہلی تکبیر کے بعد پڑھ لینا چاہئے۔ جمہور کا مذہب ہے کہ عید کی تکبیریں کل کہہ کر پھر اعوذ پڑھے پھر قرأت پڑھے۔ اعوذ میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ واہی تباہی باتوں سے منہ میں جو ناپاکی ہوتی ہے وہ اس سے دور ہو جاتی ہے اور منہ کلام اللہ کی تلاوت کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس میں اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنی ہے اور اس کی عظیم الشان قدرتوں کا اقرار کرنا ہے اور اس باطنی کھلے ہوئے دشمن کا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ احسان اور سلوک سے اس کی دشمنی دفع ہو سکتی ہے جیسے کہ قرآن پاک کی ان تین آیتوں میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ اور جگہ ارشاد الٰہی ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ الخ' یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں۔ رب کی وکالت (ذمہ داری) کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اپنے پاک فرشتے بھیجے اور انہیں نیچا دکھایا۔ یہ یاد رکھنے کے قابل امر ہے کہ جو مسلمان کافروں کے ہاتھ سے مارا جائے' وہ شہید ہے لیکن جو اس باطنی دشمن شیطان کے ہاتھ سے مارا جائے وہ راندۂ درگاہ ہے۔ جس پر کفار غالب آ جائیں وہ اجر پاتا ہے لیکن جس پر شیطان غالب آ جائے وہ ہلاک و برباد ہوتا ہے۔ چونکہ شیطان انسان کو دیکھتا ہے اور انسان اسے نہیں دیکھ سکتا' اس لئے قرآنی تعلیم ہوئی کہ تم اس کے شر سے اس کی یاد کے ذریعہ پناہ چاہو جو اسے دیکھتا ہے اور یہ اسے نہیں دیکھ سکتا۔

فصل: ☆☆ آعوذ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی طرف التجا کرنا ہے اور ہر برائی والے کی برائی سے اس کے دامن میں پناہ طلب کرآتا ہے' ''عیاذہ'' کے معنی برائی کے دفع کرنے کے ہیں اور ''لیاذہ'' کے معنی بھلائی حاصل کرنے کے ہیں متنبی کا شعر ہے۔

یا من الوذ به فی ما او مله　　و من اعوذ به مما احاذره
لا یجبر الناس عظما انت کاسره　　و لا یهینون عظما انت جابره

اے وہ پاک ذات جس سے میری تمام امیدیں وابستہ ہیں اور اے وہ پروردگار تمام برائیوں سے میں اس کی مدد کے ذریعہ پناہ لیتا ہوں' جسے وہ توڑے' اسے کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جسے وہ جوڑ دے' اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اعوذ کے معنی یہ ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے ذریعہ

پناہ لیتا ہوں کہ شیطان رجیم مجھے دین و دنیا میں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔ جن احکام کی بجا آوری کا مجھے حکم ہے ایسا نہ ہو کہ میں ان سے رک جاؤں اور جن کاموں سے مجھ کو منع کیا گیا ہے' ایسا نہ ہو کہ مجھ سے وہ بدافعال سرزد ہو جائیں۔

یہ ظاہر ہے کہ شیطان سے بچانے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ اسی لئے پروردگار عالم نے انسانوں کے شر سے محفوظ رہنے کی تو ترکیب سلوک واحسان وغیرہ بتلائی اور شیطان کے شر سے بچنے کی صورت یہ بتلائی کہ ہم اس ذات پاک کے ذریعہ پناہ طلب کریں۔ اس لئے کہ نہ تو اسے رشوت دی جاسکے نہ وہ بھلائی اور سلوک کے سبب اپنی شرارت سے باز آئے۔ اس کی برائی سے بچانے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تینوں پہلی آیتوں میں یہ مضمون گذر چکا ہے۔ ''سورۂ اعراف'' میں ہے خُذِ الْعَفْوَ الخ اور سورۂ ''مومنون'' میں ہے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ الخ اور سورۂ حم سجدہ میں ہے وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ الخ ان تینوں آیتوں کا مفصل بیان اور ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔ لفظ شیطان شطن سے بنا ہے۔ اس کے لفظی معنی دوری کے ہیں چونکہ یہ مردود بھی انسانی طبیعت سے دور ہے بلکہ ہر بھلائی سے بعید ہے' اس لئے اسے شیطان کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شاط سے مشتق ہے اس لئے کہ وہ آگ سے پیدا شدہ ہے اور شاط کے معنی یہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ معنی کی رو سے تو دونوں ٹھیک ہیں لیکن اول زیادہ صحیح ہے۔ عرب شاعروں کے شعر بھی اس کی تصدیق میں کہے گئے ہیں۔ امیہ بن ابوصلت اور نابغہ کے شعروں میں بھی یہ لفظ شطن سے مشتق ہے جو دور ہونے کے معنی میں مستعمل ہے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ جب کوئی شیطان کام کرے تو عرب کہتے ہیں تشیطن فلان یہ نہیں کہتے کہ تشیط فلان اس سے ثابت ہوتا ہے یہ لفظ شاط سے نہیں بلکہ شطن سے ماخوذ ہے اور اس کے صحیح معنی بھی دوری کے ہیں' جو جن وانس وحیوان سرکشی کرے اسے شیطان کہہ دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الخ یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین جن وانس کئے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے کی بناوٹی باتیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ مسند احمد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے کہ حضورؐ نے انہیں فرمایا' اے ابوذر! جنات اور انسان کے شیطانوں سے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ذریعہ پناہ طلب کرو۔ میں نے کہا کیا انسان میں بھی شیطان ہوتے ہیں آپؐ نے فرمایا ہاں۔ صحیح مسلم شریف میں ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز کو عورت' گدھا اور کالا کتا توڑ دیتا ہے۔ میں نے کہا حضور سرخ زرد کتوں میں سے کالے کتے کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا کالا کتا شیطان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ترکی گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں وہ ناز وخرام سے چلتا ہے حضرت عمر اسے مارتے پیٹتے بھی ہیں لیکن اس کا اکڑنا اور بھی بڑھ جاتا ہے' آپ اتر پڑتے ہیں اور فرماتے ہیں تم تو میری سواری کے لئے کسی شیطان کو پکڑ لائے' میرے نفس میں تکبر آنے لگا' چنانچہ میں نے اس سے اتر پڑنا ہی مناسب سمجھا۔

رجیم فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے یعنی وہ محروم ہے یعنی ہر بھلائی سے دور ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ الخ ہم نے دنیا کے آسمانوں کو ستاروں سے مزین کیا اور انہیں شیطانوں کے لئے رجم بنایا اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا الخ یعنی ہم نے آسمان دنیا کو تاروں سے زینت دی اور ہر سرکش شیطان سے بچاؤ بنایا۔ وہ اعلیٰ فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر طرف سے مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے اور لازمی عذاب ان کے لئے ہے جو ان میں سے کوئی بات اچک کر بھاگتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک چمکیلا شعلہ لگ جاتا ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا الخ یعنی ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کے لئے زینت دی اور اسے ہر راندے ہوئے شیطان سے ہم نے محفوظ کر لیا مگر جو کسی بات کو چرا لے جائے' اس کے پیچھے چمکتا ہوا شعلہ لگتا ہے۔ اسی طرح کی اور آیتیں بھی ہیں۔ رجیم کے ایک معنے راجم کے بھی کئے گئے ہیں۔ چونکہ شیطان لوگوں کو وسوسوں سے اور گمراہیوں سے رجم کرتا ہے' اس لئے اسے رجیم یعنی راجم کہتے ہیں۔ اب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر سنئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۱

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ہے ○

کیا بسم اللہ قرآن کریم کی مستقل آیت ہے؟ ☆☆ صحابہؓ نے اللہ کی کتاب کو اسی سے شروع کیا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) سورۂ نمل کی ایک آیت ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ ہر سورت کے شروع میں خود مستقل آیت ہے؟ یا ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے جو اس کے شروع میں لکھی گئی ہے؟ ہر سورت کی آیت کا جزو ہے یا صرف سورۂ فاتحہ ہی کی آیت ہے اور دوسری سورتوں کی نہیں؟ صرف ایک سورت کو دوسری سورت سے علیحدہ کرنے کے لئے لکھی گئی ہے؟ اور خود آیت نہیں ہے؟ علماء سلف اور متاخرین کا ان آرا میں اختلاف چلا آتا ہے۔ ان کی تفصیل اپنی جگہ پر موجود ہے۔

سنن ابوداؤد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورتوں کی جدائی نہیں جانتے تھے جب تک آپ پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نازل نہیں ہوتی تھی۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ ایک مرسل حدیث میں یہ روایت حضرت سعید بن جبیر سے بھی مروی ہے چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ کے شروع میں نماز میں پڑھا اور اسے ایک آیت شمار کیا لیکن اس کے ایک راوی عمر بن ہارون بلخی ضعیف ہیں۔ اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم حضرت عطا، حضرت طاؤس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مکحول اور حضرت زہری رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے آغاز میں ایک مستقل آیت ہے سوائے سورۂ برات کے۔ ان صحابہ اور تابعین کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور ابوعبیدہ قاسم بن سلام رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ بِسۡمِ اللّٰہِ نہ تو سورۂ فاتحہ کی آیت ہے نہ کسی اور سورت کی۔ امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی تو ایک آیت ہے لیکن کسی اور سورۃ کی نہیں۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر سورت کے اول کی آیت کا حصہ ہے لیکن یہ دونوں قول غریب ہیں۔ داؤد کہتے ہیں کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ایک مستقل آیت ہے۔ سورت میں داخل نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ سے بھی یہی روایت ہے۔ ابوبکر رازیؒ نے ابوحسن کرخیؒ کا بھی یہی مذہب بیان کیا ہے جو امام ابوحنیفہؒ کے بڑے پایہ کے ساتھی تھے۔ یہ تو تھی بحث بِسۡمِ اللّٰہِ کے سورۂ فاتحہ کی آیت ہونے یا نہ ہونے کی۔ (صحیح مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں قرآن پاک میں یہ آیت شریفہ ہے وہاں مستقل آیت ہے۔ واللہ اعلم (مترجم)

بسم اللہ با آواز بلند یا دبی آواز سے؟ ☆☆ اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا اسے با آواز بلند پڑھنا چاہئے یا پست آواز سے؟ جو لوگ اسے سورۂ فاتحہ کی آیت نہیں کہتے وہ تو اسے بلند آواز سے پڑھنے کے بھی قائل نہیں۔ اسی طرح جو لوگ اسے سورۂ فاتحہ سے الگ ایک آیت مانتے ہیں، وہ بھی اس کے پست آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں۔ رہے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ ہر سورت کے اول سے ہے۔ ان میں اختلاف ہے۔ شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ سورۂ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے اسے اونچی آواز سے پڑھنا چاہئے۔ صحابہؓ تابعین اور مسلمانوں کے اگلے اور پچھلے اماموں کی جماعتوں کا یہی مذہب ہے۔ صحابہؓ میں سے اسے اونچی آواز سے پڑھنے والے حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، ابن عباس، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں بیہقیؒ ابن عبدالبرؒ نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے بھی روایت کیا اور امام خطیب